بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ISSN2754267

انٹر نیشنل

مارچ ۲۰۲۵ء

یکم رمضان تا ۲ شوال ۱۴۴۶ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان۔

ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا (فرمانِ مسیح موعود بحوالہ کتاب نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

حضرت مرزا غلام احمدؒ مُدعی نبوت نہیں مجدّد صد چہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی۔

مدیر

چیف ایڈیٹر فضل حق،

اسٹنٹ ایڈیٹر لارڈ شاہد عزیز

فہرست مضامین

۱. کلامِ امام (ایام الصلح قسط ۳۰) ۲

۲. صیامِ رمضان اور ان کی اصل غرض از: مولانا محمد علیؒ ۳

۳. حجیّت ختم نبوت از: قاری غلام رسول ۶

۴. خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم از: آمنہ تمیم ۶

۵. قرآن مجید میں وجود باری تعالیٰ کے دلائل از: ابو عباد ۱۰

اہلاً و سہلاً و مرحبا اے ماہِ صیام

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”روزہ ڈھال ہے، روزہ گناہوں اور جہنم سے بچانے کا باعث ہے، جب انسان روزہ سے ہو تو چاہیے کہ فحش باتوں، لڑائی جھگڑے یا گھر میں چیخنے چلانے سے اجتناب کرے۔ روزہ دار کے منہ کی خوشبو کو اللہ تعالیٰ نے مشک کی خوشبو سے تشبیہہ دی ہے۔

یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ اللہ کی رحمت ہے۔ درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا ہلاکت ہو اس شخص کی جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا اور پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے اُن کی دُعا پر کہا۔ آمین

نشریات

برطانوی ٹائم

Radio Virtual Mosque on:

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

YouTube:

https://www.youtube.com/c/WorldwideAhmadiyyaAnjumansLahore

https://www.podbean.com/user-Lx6kp2cJrcwN

پروگرام و اوقات

پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰-۱۹۳۰ تدبر القرآن اردو

۱۹۴۰-۲۰۱۰ Reflections on the Holy Quran انگریزی

جمعہ - انگریزی ۱۳:۰۰

ہفتہ - اردو ۱۳:۰۰ WhatsApp GroupPure Discussions

عیدین - انگریزی ۱۱:۰۰

عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: editor.thelight@LACommunity.uk

کلام امام

از حضرت مرزا غلام احمد

ایام الصلح (قسط:۳۰)

مُرتب ارشد علوی مرحوم

(نوٹ ارشد علوی مرحوم) ایام الصلح کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے پہلے صفحہ پر حضرت مسیح موعودؑ کے دستخط موجود ہیں۔ یہ کتاب ہمارے پاس مرکز میں اصل حالت میں موجود ہے۔)

اور اسی اشتہار میں یہ شخص میرے پر یہ بھی اعتراض کرتا ہے کہ باوجودیکہ انگریزوں کی اس قدر خوشامد کی گئی ہے پھر بھی ان کے مذہب پر حملہ کیاہے مگر یہ کوتہ اندیش نہیں جانتا کہ میں نے موقعوں پر پاک کانشنس سے کام لیاہے۔نہ وہ خوشامد ہے اور نہ یہ بیجا حملہ ہے۔میرا کام اصلاح ہے کسی شرارت کو پیدا کرنا میرا کام نہیں ہے اور نہ بے جا خوشامد کرنا۔میرا طریق ہے۔پس جیسا کہ میں نے ایک پہلو میں اس بات میں لوگوں کی اصلاح دیکھی کہ وہ سلطنت انگریزی کے ماتحت وفاداری اور اطاعت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور دل کو تمام بغاوت کے خیالات سے پاک رکھیں اور واقعی طور پر سرکار انگریزی کے مخلص اور خیر خواہ بنے رہیں اسی طرح میں نے دوسرے پہلو سے انسانوں کی خیر خواہی اسی میں دیکھی کہ وہ اس کامل خدا پر ایمان لاویں جس کی عظمت اور قدرت اور لازوال صفات زمین آسمان پر غور کرنے سے نظر آرہی ہے۔انسانوں کو خدا بنانا غلطی ہے ہمیں چاہیے کہ غلطی کی پیروی نہ کریں اور مخلوق کو خدا بنانے سے پرہیز کریں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے مقدس بڑے راستباز بڑے برگزیدہ تھے مگر اُن کو خدا کہنا اُس سچے خدا کی توہین ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ سچ یہی ہے کہ وہ انسان تھے۔ خدا نہیں تھے اور انسانی کمالات سے بڑھ کر اُن میں کچھ نہ تھا۔ خدا اب بھی ہمیں وہ کمالات دے سکتا ہے جو انہیں دیئے تھے۔ اور دیتا ہے۔ جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہوں دیکھے۔ پس خدا وہی ہے جو ہمارا مددگار ہے۔ جیسا کہ پہلوں کا تھا۔ اسی کی طرف قرآن رہبری کرتا ہے۔ یہی وہ بات ہے جو خدا نے میرے پر ظاہر کی ہے۔ پس میں بداندیشی کی راہ سے

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ :۔''اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا''،''میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔''

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں،نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴. بمُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَااِلٰہَ اِلَّااللہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: اور ''اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔''

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

نہیں بلکہ سراسر ہمدردی اور پوری نیک نیتی سے سچے خدا کی طرف بلاتا ہوں اور اس تفرقہ کو دور کرنا چاہتا ہوں جو غلط فہمی سے پادریوں نے مسلمانوں کے ساتھ ڈال رکھا ہے۔

اور چونکہ اس وقت گورنمنٹ عالیہ انگریزی کا ذکر ہے اس لئے میں قرین مصلحت سمجھ کر وہ چٹھی جو جلسہ طاعون کی خوشنودی میں جناب نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر بالقابہ سے پہنچی ہے مع چند سطر اخبار سول ملٹری گزٹ ناظرین کی اطلاع کے لئے ذیل میں لکھتا ہوں اس غرض سے کہ جس بات میں ہماری گورنمنٹ عالیہ کی رضامندی ثابت ہوئی ہے چاہیے کہ ہر ایک شخص اُس کی پیروی کرے میں نے قادیان میں طاعون کے بارے میں اس مراد سے جلسہ کیا تھا کہ تا لوگوں کو اس بات کی رغبت دوں کہ وہ گورنمنٹ کی شائع کردہ ہدایات کو بدل و جان منظور کریں اور میں نے اپنی تمام جماعت کو یہی تعلیم دی تھی کہ اس کے بارے میں یہ چٹھی ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اس چٹھی کو پڑھ کر دوسرے معزز مسلمان بھی یہی کارروائی کریں گے اور وہ یہ ہے۔

انگریزی سے ترجمہ

چٹھی نمبر ۲۱۳۔ایس

منجانب ایچ جے مے نارڈ صاحب بہادر جونیر سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

بطرف شیخ رحمت اللہ سوداگر بمبئی ہاؤس لاہور

شملہ مورخہ ۱۱۔جون ۱۸۹۸ء

جناب

حسب الارشاد جناب نواب لیفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر میں اطلاع دیتا ہوں کہ جناب ممدوح نے اس جلسہ کے تمام روئداد کو جو ۲ مئی ۱۸۹۸ء کو قادیان میں متعلقہ اُن قواعد کے جو گورنمنٹ نے انسداد بیماری طاعون کے لئے جاری کئے منعقد ہوا اور نیز اس تقریر کو جو مرزا غلام احمد رئیس قادیان نے اُس وقت بڑی خوشی کے ساتھ پڑھا۔

حضور ممدوح کا منشاء ہے کہ میں اس مدد کے شکریہ کا اظہار کروں جو کہ اس جلسہ کے ممبروں نے گورنمنٹ کو دی۔

دستخط

نقل نوٹ از سول ملٹری گزٹ مورخہ ۱۰ جون ۱۸۹۸ء ترجمہ

مسلمانوں کی ایک بڑی باوقار جماعت کے جلسہ میں جو زیر نگرانی شیخ رحمت اللہ خان لاہوری بمقام قادیان منعقد ہوا بیماری طاعون کے رُک جانے کے لئے دعائیں مانگی گئیں اور مرزا غلام احمد نے قواعد سگریگیشن وغیرہ کی تائید میں جو گورنمنٹ نے بیماری کی انسداد کے لئے نافذ کئے ایک تقریر کی ☆[1] اس وفادارانہ مدد کے شکریہ کی اطلاع جلسہ منعقد کرنے والوں کو دی گئی ہے۔ اس تقریر کا لُبلباب یہ تھا کہ گورنمنٹ نے محض انسانی ہمدردی سے مجبور ہو کر بیماری کے روکنے کے لئے یہ قواعد جاری کئے ہیں اور یہ قواعد بہت ضروری ہیں اور فرضی قصے کہ گورنمنٹ لوگوں کو زہر دینا چاہتی ہے بالکل جھوٹے اور احمقانہ ہیں اور اُس شخص کو جو کہ اپنے اندر عقل رکھتا ہے۔ ایک لحظہ بھر کے لئے بھی انہیں تسلیم نہ کرنا چاہیے اور سخت خطرہ کی حالت میں مثلاً جبکہ خدا کی طرف سے کوئی بیماری نازل ہو۔ عورتوں کا اپنے گھروں سے کھلے میدان میں سگریگیشن کی غرض سے مناسب طور پر چہرہ ڈھانکے ہوئے آنا اسلام کے اصولوں کے برخلاف نہیں ۔(جاری ہے۔)

(فہرست–مضامین)

افادات: حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

صیام رمضان اور ان کی اصل غرض

روحانی ترقی کا ایک اعلیٰ ذریعہ

ترجمہ: ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ اُن لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم متقی بنو۔ چند دن پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں میں گنتی پوری کی جائے۔ اور جو اس میں مشقت پائے وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں ۔ پھر جو کوئی تکلف سے نیکی کرتا ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُتارا گیا لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی اور حق و باطل کو الگ کر دینے والی کھلی دلیلیں ہیں ۔ پس جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے تو چاہیے کہ اس کے

(۱) اس جگہ سہو کاتب سے مولوی حکیم نور الدین صاحب کا نام لکھا گیا ہے اور بجائے اس کے جیسا کہ واقعی امر ہے اس عاجز کا نام یعنی مرزا غلام احمد لکھنا چاہیے تھا۔ منہ

روزے رکھے اور جو کوئی بیمار ہو تو اور دنوں سے گنتی پوری کی جائے ۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا۔ اور کہ تم گنتی کو پورا کرو اور اللہ کی بڑائی کرو۔ اس لئے کہ اُس نے تمہیں ہدایت کی اور تا کہ تم شکر کرو۔ اور میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں، میں دُعا کرنے والے کی دعا کو، جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں پس چاہیے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیے کہ مجھ پر ایمان لائیں تا کہ ہدایت پائیں"۔

ماہِ رمضان کے لئے روحانی غذا

ماہِ رمضان شروع ہونے والا ہے۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ چند باتیں اس کے متعلق سنا دوں۔ گو یہ باتیں اس سے پیشتر بارہا سنائی جا چکی ہوں گی لیکن جس طرح سے انسان بار بار کھاتا اور پیتا ہے اُسی طرح یہ رُوحانی سلسلہ بھی ہے۔ یہ رُوحانی غذائیں ہیں جو بار بار ملنی چاہیں۔ انسان کی جسمانی ضروریات جس طرح سے اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اسی طرح سے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے وقتاً فوقتاً وہ باتیں یاد دلائی جائیں جو اس کی بھلائی کی ہوں۔ انسان کی عادت ہے کہ وہ بعض وقت پرانی باتوں کو بھول جاتا ہے یا بعض دفعہ دیر ہو جانے پر اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ خود صحابہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ جب ہم آپؐ کی صحبت میں ہوتے ہیں تو اس وقت جو ربودگی اور کیفیت ہم پر ہوتی ہے وہ یہاں سے جا کر نہیں ہوتی۔ صحابہ کرامؓ نے جس طرح سے اس بات کو محسوس کیا اسی طرح در حقیقت ہر ایک انسان اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ وہ محتاج ہے کہ اُسے کوئی نصیحت کرنے والا ہو۔ انسان کا دل اور دماغ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ بار بار اس پر زور ڈالا جائے۔

رویتِ ہلال

رمضان کے مہینہ میں ۲۹ یا ۳۰ دن ہوتے ہیں اگرچہ اس زمانے میں لوگ پورے تیس دن ہونے نہیں دیتے واللہ اعلم رمضان ہوتا ہی ۲۹ دن کا ہے یا لوگ جھوٹی قسمیں کھا لیتے ہیں۔ بہر حال میرے تجربے میں یہی بات آئی ہے۔ خیر جو شخص ۲۹ دن کے روزے رکھے گا اُسے ایک روزہ رکھنے میں کیا دقت پیش آسکتی ہے ؟

سحری وافطاری کا وقت

صبح ایک وقت ہوتا ہے جسے پو پھٹنا کہتے ہیں۔ یہ صبح سے ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ کے درمیان یا ایک گھنٹہ بائیس منٹ پہلے کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت سے لے کر مغرب کے وقت تک روزہ رکھے۔ بعض لوگ بہت جلدی کھا یا کرتے ہیں لیکن ایک تو اجازت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ دوسرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کا انتظار کرتے اور پو پھٹنے کے قریب کھاتے تھے۔ جب صبح بین ہو جائے اس وقت کھانا ترک کر دینا چاہیے۔ بعض لوگ اذان سن کو چھوڑ دیتے ہیں لیکن تحقیق کر لیا جائے تو کوئی ہرج نہیں گو آج کل زیادہ تر اذان ہی کا خیال رکھا جاتا ہے۔ مگر اذان اگر بعض وقت پہلے ہی مل جائے تو اُٹھ کر دیکھ لینا چاہیے اور پو پھٹنے کا انتظار کرنا چاہیے۔

روزہ غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افطاری پیشتر سے تیار کرا کر رکھتے تھے۔ ہمارے ملک میں لوگ اندھیرے کا انتظار کرتے ہیں مگر جس وقت آفتاب غروب ہو جائے روزہ کھول لینا چاہیے۔ سُرخی کو غروب آفتاب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

ممنوعاتِ صوم

روزوں میں کھانا پینا اور عورتوں کے قریب جانا ترک کر دینا چاہیے۔ اس کے علاوہ اور چھوٹی چھوٹی باتیں بھی ہیں لیکن وہ اس قدر ضروری نہیں۔

روزوں کی غرض

روزہ رکھنے کی کیا غرض ہے ؟ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں کہ جس میں کوئی غرض یا مقصد نہ ہو۔ اسلام ہر گز ایسا مذہب نہیں کہ اس نے بغیر غرض و مقصد کے کوئی حکم دے دیا ہو۔ پھر اگر حکم دیا جائے اور غرض نہ بتائی جائے تو انسان ٹھوکر کھا سکتا ہے کہ وہ اس کام کو اصل غرض تک نہ پہنچائے۔ لیکن اگر غرض بھی ساتھ ہی بتا دی جائے تو پھر اگر خلاف ورزی کرے تو اس کا کام کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"ترجمہ: "تم پر روزے لکھے گئے ہیں جس طرح سے پہلے لوگوں پر لکھے گئے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔"

معلوم ہوا روزہ رکھنے کی اصل غرض تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ اب اگر

کوئی شخص بھوکا پیاسا رہے لیکن تقویٰ اختیار نہ کرے اس نے کچھ نہ کیا جس کو جس کام پر لگایا جائے اور اس کو اس کام کی غرض اور غایت بھی بتا دی جائے وہ اس کام کو تو کرے لیکن اس کو اس کی غرض وغایت تک نہ پہنچائے۔ جو اسے بتائی گئی تھی یا جو اس کا مقصد اصلی تھا۔ اس نے اس کام کو کیا ہی نہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص کو مالیہ وصول کرنے پر لگایا تو وہ اس کو وصول تو کرے لیکن اسے سرکاری خزانہ میں داخل نہ کرے تو اس کا وہ وصول کرنا کسی کام کا نہیں ہو گا بلکہ اُلٹا پکڑا جائے گا۔

ہر حکم کی حکمت

اسلام کے تمام احکام ایک ظاہری پابندی کے اندر ایک حقیقت رکھتے ہیں۔ تمام قربانیوں کی غرض وغایت اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ رمضان کے اندر حکم دیا جاتا ہے کہ ایک حلال چیز کو ایک وقت کے لئے ترک کر دو۔ ایک تمہاری حلال اور طیب کمائی ہے جس سے پانی یا ٹھنڈا شربت تم نے بنایا ہے۔ تم سخت پیاسے ہو پھر تمہیں بھوک ہے۔ روٹی موجود ہے تم ایسی کوٹھڑی میں ہو جہاں سوائے خدا کے کوئی دوسرا دیکھنے والا بھی نہیں۔ پھر باوجود اس کے تم نہ کچھ کھاتے ہو اور نہ کچھ پیتے ہو۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ تم جانتے ہو کہ خدا کا یہ حکم ہے کہ کچھ کھانا پینا نہیں۔ غرض تقویٰ اختیار کرنا روزوں کی غرض وغایت ہے۔ روزے رکھ کر تم متقی بن سکتے ہو۔ یہ تیس دن مجاہدے اور ریاضت کے دن ہیں۔ دنیا کے بہت کاروبار تمہیں لاحق رہتے ہیں۔ ایک مہینہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے رُوحانی قویٰ ترقی کریں۔ انسان دوسری باتوں میں خدا سے غافل رہتا ہے۔ اس لئے اسے کسی قدر بھوکا رکھ کر اللہ تعالیٰ اپنی طرف جھکانا چاہتا ہے۔

رمضان میں دعائیں خاص کر قبول ہوتی ہیں

اسی لئے فرمایا کہ واذاسالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ اس آیت کو رمضان کے ذکر کے اندر لانا بتاتا ہے کہ اس کو روزوں کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں تو اسے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ کتنے لوگ ہیں جو دوسروں کی دعاؤں کے محتاج رہتے ہیں۔ خدا نے تمہیں راستہ بتادیا ہے جو لوگ روزے رکھتے ہیں اور اصل غرض کو نہیں سمجھتے وہ بے شک کمزور رہ جاتے ہیں۔

رمضان میں اعتکاف

رمضان کے آخری دس ایام میں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق دے تو حکم ہے کہ دس دنوں میں مسجد میں بیٹھے اور دنیوی اشغال کو ترک کر دے۔ ہماری اس مسجد میں بھی خدا کرے کوئی اس سال کافی تعداد میں اعتکاف بیٹھنے والے ہوں۔ انسان کو جس قدر اپنے قویٰ پر بھروسہ ہو مجاہدہ کرے، بیمار کے قویٰ چونکہ مضمحل ہو جاتے ہیں اس لئے اس کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے بیس روزوں کے بعد اعتکاف کا حکم دیا۔

امیروں کو زیادہ مجاہدہ کی ضرورت ہے

حضرت مسیح موعودؑ نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ گائے یا اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا آسان ہے لیکن دولت مند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔ حدیث میں یہی ہے کہ غریب پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، امیر کو مال کی محبت نیکی کے قریب آنے سے روک دیتی ہے۔

رمضان میں سخاوت بہت کرنی چاہیے

رمضان کے روزوں سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ فرمایا: ”جو رکھتا ہو وہ خرچ بھی کرے“ مسکین کو کھانا کھلادے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت آیا ہے کہ ”آپؐ سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے“ لیکن رمضان میں آپؐ کی حالت بتائی گئی ہے کہ ”رمضان میں آپ اس سے بھی بڑھ کر سخاوت کرتے تھے“ تو روزوں میں کچھ نہ کچھ خیرات بھی ضروری کی جائے۔ سب سے بڑھ کر مسکین اس وقت اسلام ہے، اس کو بھی کچھ دو۔

قیام رمضان

پھر ابتدائے رات کے وقت کچھ قرآن سن لیا کرو۔ اور پھر پو پھٹنے سے پیشتر بھی کچھ نماز پڑھ لیا کرو۔ یہ بڑا قبولیت کا وقت ہوتا ہے ان دنوں میں عبادت اور دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں۔ پس اپنے آپ کو تیار کرو اپنی زبانوں کو روکو۔ استغفار اور دُرود شریف بہت پڑھا کرو اور زیادہ باتیں کرنا چھوڑو۔

(فہرست۔مضامین)

حجیّت ختم نبوت

بجواب کتاب "آخری نبی"

(قسط: گیارہ)

قاری غلام رسول

حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے حالات زندگی

خالد صاحب نے ایک عنوان قائم کیا ہے "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی قرآن کی روشنی میں" صفحہ ۸۳ آخری نبی:

اس میں لکھتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام بنت عمران کے بیٹے ہیں جو بنی اسرائیل کے ایک شخص تھے اس کے بعد تھوڑا آگے چل کر حضرت مریم کے نام کے ساتھ پھر "علیہا السلام" کا لاحقہ استعمال کرتے ہیں اس کے بعد ایک قرآنی آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

"اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تعالیٰ نے تجھے برگزیدہ کر لیا اور تجھے پاک کر دیا اور سارے عورتوں میں سے زمانے کے اعتبار سے تیرا انتخاب کر لیا۔(آل عمرآن آیت ۴۲)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا

"اور وہ پاک دامن بی بی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی اور خود انھیں اور اُن کے لڑکے کو تمام جہان کے لئے نشان بنادیا۔(آل عمرآن آیت ۴۷)

ہم اس پر بحث نہیں کرتے کہ غیر نبی کے نام کے ساتھ علیہ السلام استعمال کرنے سے خالد صاحب اور اُن کے علماء کے پاس کیا کیا خرابیاں لازم آتی ہیں۔ یہ اُن کے گھر کا معاملہ ہے۔ ہم اس پر بھی بحث نہیں کرتے کہ قرآنی متن میں علیہا السلام نہیں ہے یہ خالد صاحب کی بدعت ہے یا سنت؟ ہمارے نزدیک تو ہر مسلمان کو روزانہ اور بار بار اسلام علیکم کہنا چاہیے۔ لیکن ہمارا سوال صرف یہ ہے کہ آج اگر اُمتِ مرحومہ اور اشرف امّت اور خیر امّت کے ایک مجدد و ولی اللہ کو (عورت نہیں مرد کو) اللہ الہاماً یہ فرمائے کہ اے مرد کامل میں نے تجھے برگزیدہ کیا تجھے پاک بنایا اور عیسیٰ علیہ السلام کی روح تجھ میں پھونک دی اور تجھے زمانے کا امام بنایا اور اسلام کے غلبہ کیلئے تجھے چن لیا۔"

تو خالد صاحب اور اس قبیل کے دوسرے علماء کو اعتراض کیوں ہے؟

آپ سے گزارش ہے کہ بنی اسرائیل کی عورت نہیں، اُمتِ محمدیہ کے مرد بن کر اس سوال کا جواب دیں۔ اور اُمت کے مجددین حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ، اور حضرات سیدّین، شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ، اور سید احمد بریلوی رحمتہ اللہ علیہ (شہید بالا کوٹ) کے الہامات اور اُن کی تاریخ کو سامنے رکھ کر ہمیں مذکورہ سوال کا جواب دیں اور اللہ سے اجر پائیں۔

اگر آپ اولیاء اللہ کی ساری تاریخ کو جھٹلائیں گے تو ہم کسی دوسرے موقع پر آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں گے۔ اس وقت ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں۔

گر چہ جُرم عشق غیروں پر بھی ثابت تھا ولے
قتل کتنا تھا ہمیں ہم ہی گناہ گاروں میں تھے

(فہرست ـــ مضامین)

خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم

Khan Sahib Mian Ghulam Rasul Khan
Deputy Superintendent, Punjab Police.

از: آمنہ تمیم صاحبہ صاحبزادی حضرت میاں صاحب

نسب

میاں غلام رسول صاحب کا نسب مشہور عرب قبیلہ قریش بنو تمیم سے ہے۔ عہد رسالت میں اس قبیلہ نے اسلام قبول کیا۔ اس قبیلہ کے افراد نے

سانحہ کربلا میں حضرت سیّدنا امام حسینؓ کا ساتھ دے کر حق جانثاری ادا کیا تھا جس کی وجہ سے تمیم انصاری کے لقب سے تاریخ میں ملقب ہوئے۔ عرب فاتحین کے ساتھ ان کے اجداد اس ملک میں آئے اور یہیں رہ پڑے اور اس ملک میں پھرتے پھراتے کچھ لوگ جھنگ میں آکر آباد ہو گئے۔ حضرت میاں صاحب مرحوم و مغفور انہیں بزرگوں کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کی عمر صرف پانچ ماہ تھی جب آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اور اپنی والدہ صاحبہ محترمہ کے آغوش تربیت میں پرورش پائی۔ تقویٰ و طہارت اور نیکی و پاکیزگی کی وہ تعلیم حاصل کی جو آپ کی زندگی کا ما حصل ہے۔

۱۸۸۶ء میں مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کی طبیعت تعلیم سے اچاٹ ہو گئی اور اِدھر اُدھر پھرنے اور مختلف سرکاری محکموں میں کام کرنے کے بعد پولیس میں بھرتی ہو گئے جہاں ترقی کرتے کرتے لاہور کے کوتوال مقرر ہوئے اور پھر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے معزز عہدہ پر پہنچ گئے۔ اور اپنی شاندار خدمات کے صلہ میں مختلف انعامات و اعزازات حاصل کرتے رہے۔ لاہور کی کوتوالی کی عمارت انہوں نے ہی بنوائی جہاں ان کا نام اب تک کندہ ہے۔

۱۹۰۲ء میں آپ کے بڑے فرزند میاں غلام عباس صاحب جو اشاعت قرآن کریم کے سلسلہ میں انگلستان تشریف لے گئے ہوئے تھے علیل ہو گئے۔ ان کی علالت سے اس قدر بے دل ہوئے کہ قبل از وقت ریٹائر ہونے کے خیال سے طویل رخصت حاصل کر لی مگر اللہ تعالیٰ کو ان کی ذات پر اپنے خاص فضل منظور تھے ایک طرف تو بیٹے نے معجزانہ طور پر شفایاب ہونا شروع کیا۔ دوسری طرف عین اس وقت جب سالم تنخواہ کی رخصت ختم ہو کر نصف تنخواہ پر رخصت شروع ہونی تھی گورنمنٹ کی طرف سے تار ملا کہ باقی ماندہ رخصت منسوخ کر کے شہر لاہور کا انچارج بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ تین سال تک لاہور میں اس عہدہ پر فائز رہے۔ آپ کی نیکی، خوش اخلاقی، شہرت اور ناموری ضرب المثل تھی اور اس زمانہ کے جاننے والے آج بھی ان کو بصد عزت و تکریم یاد کرتے ہیں۔ اسی دوران میں آپ کو خطاب خان بہادری عطا ہوا جو بعدہٗ قائداعظم کی تحریک آزادی کے موقعہ پر مع دیگر خطابات کے واپس کر دیا۔

اولاد

اولاد کے بارے میں آپ اللہ تعالیٰ کے دیگر انعامات کی طرح خاص طور پر خوش نصیب واقع ہوئے تھے۔ آپ ایک بے مثل باپ تھے جن کے فیض تربیت، ذاتی توجہ، نیک نمونہ اور سب سے بڑھ کر آپ کی نیم شبانہ دعاؤں کی بدولت آپ کی اولاد بھی دینی اور دنیاوی رنگ میں اعلیٰ ترین صفات سے متصف ہے۔ اور نیکی، پرہیزگاری، دیانت، ہمدردی و خلوص میں اپنے والد مرحوم کا صحیح نمونہ ہے۔ باوجود اس کے کہ سب بھائی اعلیٰ و ذمہ دارانہ عہدوں پر فائز ہیں انہوں نے کبھی ان سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا اور نہایت عزت، نیک نامی و سرخروئی کے ساتھ سرکاری خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کے بڑے فرزند میاں غلام عباس صاحب ایڈیٹر جنرل آف پاکستان کے معزز عہدہ سے فارغ ہو کر آج کل یو۔این۔ او میں ڈائیریکٹر آف انٹرنل فنانشل کے عہدہ پر فائز ہیں۔ میاں غلام حیدر صاحب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس کے عہدہ سے بصد عزت و سرخروئی سبکدوش ہو کر آج کل جھنگ میں مقیم ہیں۔ میاں غلام شبیر صاحب بحیثیت ایڈیشنل کمشنر اشتمال و بحالیات اس قدر شاندار خدمات انجام دے چکے ہیں کہ ان کا شمار مغربی پاکستان کے ان چند گنے چنے افسران مال میں سے ہے جن کا تجربہ و شاندار خدمات مثالی ہیں۔

مذہب

اگرچہ خاندانی لحاظ سے حضرت میاں صاحب اہل سنت والجماعت تھے مگر کچھ تو ماحول کی فضا سے کچھ روایات کی رنگینی اور کچھ بعض اثرات سے جناب سیّد امام الشہداء کے کفارہ ہونے کے عقیدہ کے ماتحت شیعہ عقائد کی طرف مائل ہو گئے اور ترقی کرتے کرتے باضابطہ ذاکر ہو گئے۔ چونکہ شروع سے ہی مذہب کی طرف رجحان تھا اور دل میں حق کی تلاش کے لئے ایک بہت بڑی تڑپ تھی۔ اس لئے کچھ عرصہ بعد شیعہ عقائد سے اطمینان نہ پا کر صوفیاء کے دامن سے جا لگے اور عرصہ تک سلسلہ چشتیائی میں راگ و رنگ کی بہاریں اور وجدوں کے کرشمے دیکھے مگر وہاں بھی اندرونی حالت سے باخبر ہونے کے بعد اس قدر متنفر ہوئے کہ اسے یک لخت چھوڑ کر وہابیت اختیار کی۔ چند دن اہلحدیث کے فلسفہ توحید اور دلائل و مباحث پر فریفتہ رہے مگر کچھ عرصہ کے تجربہ کے بعد وہاں بھی خشک استدلال ہی استدلال پایا جس میں روحانیت اور معرفت کا نشان نہ تھا اور جو فطری اور قدرتی پیاس مذہب کے بارے میں تھی وہ نہ بُجھی۔ سرسید احمد خان کی تفسیر و دیگر تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد نیچریت کی طرف مائل ہو گئے مگر یہاں بھی روحانی تسلی و تسکین کا کوئی سامان نہ پایا جس طرح شیعیت اور صوفیت میں شخصیت پرستی ایک گونہ شرک کی حد تک پہنچ کر افراط کی صورت

رکھتی تھی اسی طرح وہابیت اور نیچریت میں تفریط کی صورت نظر آئی۔ چنانچہ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ آخر ان سب خصوصیات کو چھوڑ کر مگر سب کی عمومیات میں رہ کر خُذْ مَاصَفَا وَ دَعْ مَاكَدَرْ کے ماتحت ایک معجون مرکب سا مسلمان رہ گیا۔ اگرچہ ان دنوں کے خیالات اور حالت کا اندازہ کرتے ہوئے مجھے شک ہے کہ میں مسلمان تھا بھی یا نہیں البتہ یہ غنیمت تھا کہ باجود اس قدر ہیر پھیر کے بھی نماز اور تلاوت کا التزام ہاتھ سے نہ دیا تھا۔ گو اس نماز کو اب نماز کہتے شرم آتی ہے اور قرآن کریم کی تلاوت سے اس قدر ٹھوکریں لگتی تھیں کہ گویا قدم قدم پر مُنہ کے بل گرتا تھا۔ انہی دنوں کہیں کہیں حضرت مرزا صاحب کا چرچا تھا اور اگرچہ حضرت موصوف کا رسالہ فتح الاسلام یا ازالہ اوہام بھی ایک اتفاق سے دیکھا تھا مگر طبیعت مذہبی دوکانداری سے متنفر ہو چکی تھی اس لئے بلحوائے مار گزیدہ از ریسماں ترسد۔۔۔ اسے بھی ویسے ہی دکان خیال کر کے چنداں التفات نہ کی۔

دورانِ سفر ایک واقعہ

۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۴ء کا ذکر ہے کہ ایک روز میاں صاحب کو ایک پادری کے ساتھ ریل میں ہم سفر ہونے کا اتفاق ہوا۔ بہت دیر تک باہمی مذہبی گفتگو جاری رہی۔ آدھی رات کے وقت پادری منٹگمری سٹیشن پر اتر گیا اور اتفاقاً اخبار الحکم قادیان کا وہ پرچہ جو وہ اپنی سیٹ پر بچھا کر اوپر بیٹھا تھا اپنی سیٹ پر ہی چھوڑ گیا۔ آپ نے اخبار اٹھالیا اور سرسری طور پر دیکھا تو اس میں ایک صفحہ پر حضرت مرزا صاحب کی تفسیر سورۃ فاتحہ کا تھوڑا سا حصہ درج تھا۔ اسے پڑھ کر آپ حیران سے رہ گئے اور اس قدر گرویدہ ہوئے کہ منٹگمری سے رائے ونڈ تک تقریباً چار گھنٹے کا عرصہ بار بار اسی صفحہ کو پڑھتے رہے اور ہر بار نیا لطف اٹھاتے رہے۔ اپنے اس وقت کے تاثرات کے بارے میں فرماتے ہیں ایسا معلوم ہوتا تھا گویا تمام مترجمین و مفسرین جن سے میں واقف تھا ایک بند مکان کے باہر کھڑے ہو کر مکان کے اندرونی حالات و سامان کو اپنے قیاس سے بتلاتے ہیں مگر یہ شخص اس مکان کے اندر کھڑا ہو کر حالات اور سامان کی تفصیل اپنے مشاہدہ بلکہ عین الیقین اور حق الیقین کی بناء پر بتا رہا ہے۔ آپ صبح ۴ بجے رائے ونڈ کے سٹیشن پر اتر کر جہاں سے فیروزپور کے لئے گاڑی تبدیل کرنی تھی اسی وقت سیدھے ڈاکخانہ تشریف لے گئے جو سٹیشن سے کافی فاصلہ پر تھا اور باہر سوئے ہوئے چٹھی رسان سے ایک پیسہ والا کارڈ خرید کر اور وہیں بیٹھ کر الحکم اخبار کے نام خط تحریر کیا کہ جن پرچوں میں تفسیر چھپ چکی ہے ان کی فائل ان کو بھیج دی جائے۔ چنانچہ اخبار ان کے نام جاری ہو گیا اور مکمل تفسیر کے پرچے یکمشت ان کے پاس پہنچ گئے۔

تفسیر پڑھنے کے بعد آپ کی جو کیفیت ہوئی اور جس طرح بیعت فرمائی اس کے متعلق آپ ان کی اپنی زبانی سنیئے:

”حضرت مرزا صاحب کی تفسیر جو اخبار میں درج تھی میں نے بالالتزام پڑھی اور بار بار پڑھی اور اخبار بھی کسی کسی مقام سے خصوصاً جہاں حضرت مرزا صاحب کے حکمات ہوتے تھے پڑھ لیا کرتا تھا۔ مگر جوں جوں مجھے حضرت صاحب کی طرف سے ارادت ہوتی تھی میں اسے ایک گونہ گناہ اور شیطان کا تسلّط سمجھتا تھا۔ چنانچہ جب وہ عقیدت و ارادت جبراً مضبوط ہونے لگی تو میں بہت ڈرا اور قدر تاً حضرت صاحب کے مشہور مخالفین اور معاندین کی طرف جن میں سے بعض میرے دوست اور شناسا بھی تھے متوجہ ہوا اور امداد و دستگیری کی استدعا کی۔ انہوں نے بھی تپاک و اہتمام سے میری التجا قبول کی اور حضرت صاحب کی مخالفت میں خطوط و رسائل اور کتب کا میرے پاس انبار لگا دیا جنہیں میں نے نہایت نیک نیتی اور کھلے دل سے محض اس لئے بغور پڑھا تا کہ ان کی امداد سے میرے دل سے شیطانی تسلّط رفع ہو۔ مگر جوں جوں میں اس مخالف لٹریچر کا مطالعہ کرتا تھا حضرت صاحب کی صداقت کا خیال اور زیادہ مضبوط ہوتا جاتا تھا۔

بیعت

اسی اثناء میں مجھے کئی بار خواب اور رؤیا بھی ہوئے مگر میں نے ان کی پرواہ نہ کی اور حدیث نفس پر محمول کرتا رہا اور اسی کوشش میں رہا کہ کسی طرح یہ خیال دل سے نکل جائے۔ اور اسی غرض سے میں نے اس وقت تک حضرت صاحب یا سلسلہ کی دیگر تصانیف کے پڑھنے سے بھی احتراز کیا۔

آخر وہ خیال جسے میں نکالنا چاہتا تھا مبدل بہ یقین ہوتا چلا گیا اور ایک روز ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے اس قدر خشوع اور گداز ہوا جس کا واہمہ بھی کبھی میرے دل پر نہ گذرا تھا۔ اور اسی نماز میں مجھے نماز کی حقیقت معلوم ہوئی اور وہی نماز میری ساری عمر گذشتہ میں پہلی نماز تھی۔ اس قدر انشراح صدر کے بعد مزید تاخیر کو گناہ سمجھا اور نماز سے فارغ ہوتے ہی حضرت اقدس کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اپنے دعاوی میں سچے ہیں اور میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے یہ گواہی دی ہے۔ میں خود بھی حاضر ہوں گا مگر ممکن

ہے موت مہلت نہ دے اس لئے بذریعہ عریضہ بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ واپسی ارشاد پہنچا کہ بیعت منظور ہوئی۔ اس کے بعد اس قدر رجائی ہونے کے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی ایک منٹ کے لئے بھی میرے ایمان اور عقیدہ میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوا۔

سلسلہ سے محبت عقیدت و استقامت کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر توفیق بخشی کہ آپ قول و فعل سے سچّی احمدیت کا بے مثال نمونہ تھے۔ یورپ اور دیگر مہذب ممالک میں پولیس کا محکمہ جس قدر نیک نام ہے ہمارے ہاں یہ انتاہی بدنام ہے۔ لیکن آپ ایک ایسے پولیس افسر تھے جن کے نیک نمونہ اور اثر سے پولیس کی ایک کثیر تعداد حرام خوری، ظلم و بے انصافی سے نجات پا کر ایماندار دیانتدار اور فرض شناس پولیس افسر بن گئے۔ آپ جس جگہ بھی بسلسلہ ملازمت تشریف لے گئے سلسلہ کی تبلیغ و توسیع میں سرگرمی سے کوشاں رہے۔ مذہبی مطالعہ بہت وسیع تھا اور ٹھوس علمی و مذہبی حقائق کو پُر دلائل طریق پر بیان کرنے میں خاص ملکہ تھا۔ چنانچہ آپ کے حسنِ تبلیغ اور سعیٔ بلیغ سے کثیر تعداد میں لوگ احمدیت میں داخل ہوئے۔

حضرت ڈاکٹر غلام محمد صاحب مرحوم آپ کے متعلق ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں: "احمدیت کو فروغ دینے میں ہماری جماعت کا کوئی شخص میاں صاحب مرحوم سے سبقت نہ لے جاسکا"۔

آپ ایک خوش بیان مقرر اور نہایت اچھے خطیب تھے۔ تقریر کے علاوہ تحریر میں بھی بڑی قدرت حاصل تھی۔ قرآن کریم نہایت خوش الحانی سے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ جھنگ میں مقیم ہونے کے بعد ایک خوبصورت مسجد اپنے گھر کے پاس بنوائی جس میں درس قرآن کریم کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ ہر سال وہاں پر جلسہ منعقد کر کے اور جماعت کے بہترین لیکچراروں کو بلوا کر لیکچر دلاتے تھے۔ جب کسی نے مسجد کی لاگت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ اس کا حساب خدا اور میرے درمیان ہے۔ وصیت کے مطابق آپ کا جسد مبارک اسی مسجد کے پہلو میں دفن ہوا۔ غرض یہ تھی کہ مسجد میں آنے اور نماز پڑھنے والے تربت پر فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھاتے جائیں۔

آپ انجمن کے لائف ممبر تھے اور قومی تحریکات و خدمات وغیرہ کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال و زر بھی کثرت سے دیا جس کی وجہ سے برلن مسجد و دیگر قومی تحریکوں میں نہ صرف خود زیادہ سے زیادہ حصہ لیا بلکہ طویل رخصتیں حاصل کر کے اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر غیر احمدیوں سے بھی کثیر رقوم جمع کر کے انجمن کے خزانہ میں داخل کیں۔

احباب سلسلہ سے آپ کی محبت کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔ مرض الموت میں جب کہ حالت مخدوش تھی اور ڈاکٹروں نے حرکت کرنے سے بھی منع کر رکھا تھا آپ نے اپنے عزیزوں سے اصرار کیا کہ انہیں ایک بار لاہور لے جایا جائے تاکہ وہ اپنے تمام پیارے دوستوں سے مل آئیں۔ سب نے ان کی صحت کے پیش نظر مخالفت کی لیکن ان کا اصرار غالب آیا اور لاہور تشریف لے گئے اور سب احباب سے مل کر جھنگ واپس ہوئے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور سے آپ کی والہانہ محبت عشق روحانی کے درجہ تک پہنچ چکی تھی۔ حضرت موصوف کو بھی آپ سے اسی قسم کا لگاؤ تھا۔ حضور کے سینکڑوں خطوط جو محبت و خلوص کا شاندار مجموعہ ہیں حضرت میاں صاحب کے کاغذات میں محفوظ ہیں۔ ان خطوط میں اس پاک سیرت بزرگ نے اپنے پیارے دوست کی پُر اعتماد شخصیت کے ساتھ اہم ترین معاملات میں صلاح و مشورے طلب کئے ہیں اور قلبی تاثرات کا اظہار فرمایا ہے۔ ایک طرف سے اگر خط میں کچھ دنوں توقف ہو جاتا تو دوسری طرف سے تشویش کا اظہار بے تابانہ انداز میں ہوا کرتا تھا۔

تقسیمِ ملک کے وقت جب کہ چاروں طرف کشت و خون کا بازار گرم تھا جناب میاں صاحب حضرت مولانا صاحب کے پاس ڈلہوزی میں مقیم تھے۔ پٹھان کوٹ کے گردونواح میں ہندوؤں کی کثرت آبادی کی وجہ سے راستے نہایت پُر خطر تھے۔ ڈلہوزی سے آنے والی کاروں پر فائرنگ کی جاتی تھی اور مسافروں کے مال و اسباب لوٹ کر انہیں قتل کر دیا جاتا تھا۔ ان دنوں میاں غلام حیدر صاحب لاہور میں سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے اور میاں غلام عباس بھی لاہور ہی میں اکاؤنٹنٹ جنرل تھے۔ ڈلہوزی کے مخدوش حالات معلوم ہونے پر میاں غلام حیدر نے فوج کے انگریز کمانڈر سے مل کر ان بزرگان کے لانے کے لئے کنوائے (Convoy) کا انتظام کیا اور اس کے ہمراہ ایک معتمد ملازم اور میاں غلام عباس صاحب کی کار روانہ کی گئی تاکہ اپنی گاڑی پہ یہ حضرات بہ سہولت واپس آسکیں۔ بدقسمتی سے کار پٹھان کوٹ کے قریب خراب ہو جانے کے باعث کنوائے سے الگ ہو گئی جس پر ہندو حملہ آوروں نے قبضہ کر لیا البتہ ملازم نے جس کا نام علم دین تھا کنوائے (Convoy) کے ہمراہ ڈلہوزی پہنچ کر دونوں بزرگوں کی خدمت میں جلد چلنے کی درخواست کی جس پر سب تیار ہو

گئے۔ قبلہ میاں صاحب کا تمام سامان اور حضرت مولانا کا کچھ سامان علم دین کنوائے میں لے آیا۔ کنوائے والے حالات کی نزاکت کی وجہ سے شام سے پہلے سرحد پار کرنا چاہتے تھے اس لئے جلد روانگی پر مُصر ہوئے۔ علم دین پھر دوڑ کر گیا کہ ان حضرات کو جلد تشریف لے چلنے کے لئے کہے لیکن کسی وجہ سے حضرت مولانا اور ان کے اہل و عیال تیاری مکمل نہ کر سکے اور انہیں رکنا پڑا۔ حضرت میاں صاحب نے جب حضرت مولانا کا فیصلہ سنا تو خود بھی جانے سے انکار کر دیا۔ سامان چونکہ کنوائے میں آچکا تھا اس لئے ملازم واپس آگیا اور مزید کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد کنوائے واپس لاہور روانہ ہو گیا۔ سامان لے کر علم دین جب لاہور پہنچا تو دونوں بھائیوں کو وہاں کے حالات سن کر مزید پریشانی ہوئی اور بڑی کوشش اور دوڑ دھوپ کے بعد دوسرے دن دوبارہ کنوائے ڈلہوزی بھجوایا گیا اور علم دین کو بھی اس کے ساتھ پھر روانہ کیا گیا۔ چنانچہ اسی شام دونوں بزرگ ہمراہیوں سمیت بخیریت لاہور پہنچ گئے۔

معمول میں باقاعدگی، ورزش اور خوش خوراک ہونے کی وجہ سے آپ کی صحت بہت اچھی تھی۔ جفاکشی کا یہ عالم تھا کہ زندگی بھر سخت سے سخت جاڑے میں بھی نہ کبھی گرم پانی سے غسل فرمایا نہ کبھی آگ سینکی۔ وفات سے دو سال پہلے دل کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے۔ لاہور و کراچی کے ماہر ڈاکٹروں کے زیرِ علاج رہے جس سے طبیعت سنبھل جاتی تھی لیکن بکلی صحت نہ ہوئی۔ آخری چھ ماہ مرض کی شدت میں اضافہ ہو گیا اور آخر ۲۳ دسمبر ۱۹۴۸ء بروز جمعہ جلسہ سالانہ سے جو کبھی ناغہ نہ کیا تھا عین ایک دن پہلے اللہ تعالیٰ کا یہ نیک پاک برگزیدہ و عظیم انسان بحالت نماز اپنے خالق حقیقی کے حضور میں حاضر ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔ حضرت میاں صاحب جماعت کا ایک ایسا مستحکم ستون تھے جنہوں نے ہر نازک موقعہ پر اپنے حُسن تدبر سے باہمی اختلافات کو بہ احسن طریق سلجھا کر آپس میں یک جہتی، محبت و رواداری کی فضا قائم کر دی۔ ایسی بزرگ ہستیاں جو سلسلہ کی رُوح رواں تھیں آہستہ آہستہ ہم سے جُدا ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ ان کی جگہ اب کون اور کس طرح پُر کر سکتا ہے جہاں حضرت مسیح موعودؑ دوبارہ پیدا ہوں اور پھر ایسی پاکیزہ روحیں ان کے فیض روحانی سے اور قوت قدسی سے حصہ لے کر دنیا کی ہدایت اور جماعت کے استحکام کا موجب بنیں۔

(مرتبہ: خاکسارہ آمنہ تمیم غفرلہا)۔

(فہرست۔مضامین)

قرآن مجید میں وجود باری تعالیٰ کے متعلق دلائل اور شواہد

از: ابو عباد

"آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، اور رات اور دن کے ادل بدل میں، اور کشتیوں میں جو سمندر میں چلتی ہیں کہ اس کے ساتھ لوگوں کو نفع دے اور پانی میں جو اللہ بادل سے اتارتا ہے پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اس کے اندر ہر قسم کے جانور پھیلاتا ہے اور ہواؤں کے ہیر پھیر میں، اور بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان کام میں لگایا گیا ہے، ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ (سورۃ البقرہ ۲:۱۶۴)

اس میں کیا شک ہے کہ زندگی اور کائنات کی سب سے اہم حقیقت اللہ تعالیٰ کا وجود ہے۔ اس کے ہونے یا نہ ہونے سے ہر چیز کے معنی بدل جاتے ہیں۔ اگر اللہ ہے تو زندگی اور کائنات کی ہر چیز بامعنی اور بامقصد ہے اور اگر اللہ موجود ہی نہیں تو پھر کائنات کی ہر چیز بے معنی اور بے مقصد ہو کر رہ جاتی ہے۔

لیکن اسلام میں اہمیت اللہ کے ہونے یا نہ ہونے کو حاصل نہیں بلکہ اللہ کی الوہیت اور حاکمیت کو حاصل ہے۔ تاہم دین سے بیزاری اور الحاد کے اس دور میں کچھ ایسے کور چشم بھی ہیں جو آفاق و انفس کے بے شمار دلائل سے آنکھیں موند کر وجود باری تعالیٰ کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔

انہی لوگوں کے خیالات کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح بیان ہوا ہے:

"اور کہتے ہیں یہ کچھ نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی ہے۔ ہم مرتے ہیں اور ہم جیتے ہیں اور سوائے زمانہ کے ہمیں کوئی ہلاک نہیں کرتا اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔" (الجاثیہ ۴۵:۲۴)

اگر ذرا بھی معقولیت سے کام لیا جائے تو یہ زمین، یہ آسمان، یہ سورج، یہ چاند، یہ ستارے، یہ کہکشاں، یہ ندی، یہ پہاڑ، یہ رات اور یہ دن نباتات، جمادات، جنگل، ریگستان، وسیع و عریض سمندر بلکہ کائنات کا ہر ایک ذرہ اللہ کے وجود پر دلیل ہے۔

کیا کشتی خود بخود سفر کر سکتی ہے؟

امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں کچھ منکرین خدا نے اس مسئلہ پر بحث کرنا چاہی تو آپ نے نہایت حکیمانہ انداز میں ان کی تشفی فرمائی۔ آپ نے فرمایا مجھے ذرا چھوڑو کیونکہ میں ایک بات کے متعلق فکر مند ہوں جس کے متعلق مجھ سے سوال کیا گیا ہے۔ مجھ سے لوگوں نے بیان کیا ہے کہ دریا میں سامان سے بھری ہوئی ایک بوجھل کشتی ہے۔ اس میں طرح طرح کے تجارتی سامان ہیں۔ کوئی اس کشتی کی نگرانی نہیں کرتا اور نہ اس کو کوئی چلانے والا ہے۔ اس کے باوجود کشتی اپنے آپ آتی جاتی اور چلتی پھرتی ہے۔ بڑی بڑی موجوں کو چیر کر سفر کر رہی ہے۔ کسی ناخدا کے بغیر یہ اپنے آپ چلتی ہے۔ لوگوں نے کہا یہ بات کوئی عقل والا نہیں کہے گا، تب امام صاحب نے فرمایا، افسوس ہے تمہاری عقلوں پر کہ ایک کشتی کے متعلق تمہارا گمان ایسا ہے، تو یہ موجودات جن میں آسمان و زمین اور دوسری مستحکم اشیاء ہیں کیا ان کا کوئی صانع نہیں ہے؟ یہ سن کر قوم لاجواب ہوگئی۔ حق کی طرف رجوع کیا اور امام صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔

زبانوں کا اختلاف

امام مالکؒ سے خلیفہ ہارون الرشید نے پوچھا کہ اللہ کے وجود پر کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا: زبانوں کا مختلف ہونا، نغموں کا الگ الگ ہونا اور ہر ایک انسان کی آواز کا جدا جدا ہونا ثابت کرتا ہے کہ ان کا خالق اللہ انتہائی حکیم ذات ہے۔

توت کے پتے

امام شافعیؒ سے کسی نے وجود باری تعالیٰ پر دلیل مانگی تو انہوں نے کہا: توت کے پتے کو دیکھو اس کا پھل شہوت ایک الگ ہی مزا رکھتا ہے۔ اس کو کیڑا کھاتا ہے تو اس سے ریشم نکلتا ہے۔ شہد کی مکھی کھاتی ہے تو شہد بنتا ہے۔ بکری اور دیگر چوپائے کھاتے ہیں تو مینگنی اور گوبر نکلتا ہے اور ان کے درمیان میں سے دودھ جیسی غذا نکلتی ہے۔ اس کو ہرن کھاتے ہیں تو مشک بنتا ہے، حالانکہ چیز ایک ہی ہے یہ سب کس کی کاریگری ہے؟

انڈا

امام احمد بن حنبلؒ سے ایک مرتبہ وجود باری تعالیٰ پر دلیل طلب کی گئی تو آپ نے فرمایا:

”سنو یہاں ایک مضبوط قلعہ ہے جس میں نہ کوئی دروازہ ہے نہ کوئی راستہ بلکہ سوراخ تک نہیں۔ یہ قلعہ باہر سے چاندی کی طرح چمک رہا ہے اور اندر سے سونے کی طرح دمک رہا ہے۔ یہ قلعہ ہر طرف سے بند ہے۔ ہوا تک کا اس میں سے گزر نہیں۔ اچانک اس قلعے کی ایک دیوار گرتی ہے اور ایک جاندار آنکھوں کانوں والا، نہایت خوبصورت، پیاری بولی والا چلتا ہوا باہر نکل آتا ہے۔ بتائو! اس بند اور محفوظ مکان میں اسے پیدا کرنے والا کوئی ہے یا نہیں؟ اور وہ ہستی انسانی ہستیوں سے بالاتر اور اس کی قدرت غیر محدود ہے یا نہیں۔
اس مثال کا مطلب یہ تھا کہ انڈے کو دیکھو۔ چاروں طرف سے بند ہوتا ہے مگر انڈے کو صرف گرمائش دینے سے چوزہ پیدا ہو جاتا ہے۔

چنانچہ کائنات کی ہر شے کی پیدائش، پرورش اور ان کا انسان کے لئے مختلف طریق اور ذرائع سے فائدہ رساں ہونا، ہم سب کا مشاہدہ ہے لیکن خود انسان کا وجود، اس کی پیدائش، اس میں ودیعت کردہ قویٰ اور فضائل بھی ایک انتہائی حیران کن معجزہ ہیں۔ جسم انسانی کے ہر حصہ اور زندگی کے متعلق جو انسانی تحقیق ابھی تک ہو چکی ہے اس سے اللہ کے وجود کی نشانیاں خود انسان کے اپنے وجود میں دن رات ہمارے مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم ان کے خالق کو ماننے اور اس کی حاکمیت سے لاپرواہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”ہم انہیں اپنی نشانیاں اطراف میں اور ان کی اپنی جانوں میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان کے لئے کھل جائے کہ وہ حق ہے۔ کیا یہ کافی نہیں کہ تیرا رب ہر چیز کا شاہد حال ہے۔“ (حم السجدہ ۴۱:۵۳)

جمادات، نباتات، حیوانات اور تخلیق انسانی میں نظم و ترتیب، اخلاقی کمال اور حسن و جمال اور افادیت یہ سب خالق کائنات کے وجود کی نشانیاں ہیں۔

وسیع سمندر میں تلخ اور شیریں آبی گزر گاہیں

سمندر کے تلخ اور شورزدہ پانی کو بخارات کے ذریعہ بادل بنانا اور پھر ہوا کے ذریعہ بادلوں کے ذریعہ مختلف علاقوں پر اس کو برسانے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو میٹھا پانی مہیا کرنا اس سے تو آج کل ہر خاص و عام واقف ہے۔ لیکن اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ خود سمندر میں گرم اور میٹھے پانی کی گزر گاہیں ہیں جو عین سمندر میں اپنے وجود کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ ان گزر گاہوں سے سمندری جہاز والے نہ صرف استفادہ کرتے ہیں بلکہ رہنمائی بھی حاصل کرتے ہیں۔

یہ سب خالق کائنات کا تخلیقی شاہکار نہیں تو اور کون آبی دنیا پر حکمرانی کر رہا ہے۔ قرآن مجید ان حقائق کو اس انداز میں بیان کرتا ہے: ’’اور وہی ہے جس نے دو دریا ملا رکھے ہیں۔ یہ میٹھا مزیدار ہے اور وہ کھارا کڑوا۔ اور ان دونوں کے درمیان آڑ اور ایک حائل ہوئی روک بنادی ہے۔‘‘(الفرقان ۲۵:۵۳)

کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایک ہی سمندر میں لذیذ اور شور زدہ پانی بھی ہو اور دونوں آپس میں مل بھی نہ سکیں۔ کبھی انسان نے یہ سوچنے کی کوشش کی ہے کہ کس ذات نے تلخ پانی کے بیچ میٹھے پانی کا چشمہ جاری کیا اور دونوں کے بیچ ایسی رکاوٹ کھڑی کر دی کہ دونوں ملنے نہ پائیں۔

آب باراں

بارش کے اس پانی پر غور کیجئے! جو مختلف جگہوں پر نہایت توازن کے ساتھ برستا ہے۔ کون ہے جو سمندر کے اس تلخ و شور پانی میں سے انتہائی احتیاط کے ساتھ پانی کشید کرتا ہے اور بادلوں کے پیٹھ پر سوار کر کے بالائی علاقوں تک پہنچا دیتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ’’کیا تم نے وہ پانی دیکھا جو تم پیتے ہو۔ کیا تم اسے بادل سے اتارتے ہو یا ہم اتارنے والے ہیں۔‘‘(الواقعہ ۵۶:۶۸۔۶۹)

شمس و قمر

چاند ہماری زمین کا سب سے قریب ترین سیارہ ہے کیونکہ اس کا فاصلہ ہماری زمین سے صرف دو لاکھ چالیس ہزار میل ہے۔ سائنس دانوں کا بیان ہے کہ سورج ہماری زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل بلندی پر ہے وہاں تک خلائی راکٹ سے سفر کریں تو مستقل پرواز میں سات سال کی مدت درکار ہوگی۔ سائنس دانوں کا بیان ہے کہ سورج کا حجم اتنا زیادہ ہے کہ اگر وہ کھوکھلا ہوتا تو اس میں موجودہ زمین جیسی تیرہ لاکھ زمینیں سماجاتیں۔

عام مشاہدہ کی بات ہے کہ صانع اپنی صنعت سے پہچانا جاتا ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ ایسی بھاری بھر کم چیز خلا میں کس کے کنٹرول سے قائم ہے۔؟ آخر کس نے سورج کو زمین سے نو کروڑ تیرہ لاکھ کی بلندی پر پہنچایا اور اس کو اسی بلندی پر قائم رکھے ہوئے ہے؟ اگر اس کی بلندی کم یا زیادہ ہو جائے تو نہ صرف کرہ ارض پر پیداواری نظام بگڑ جائے گا بلکہ اس پر ہر چیز یا جل جائے گی یا برباد ہو جائے گی۔؟ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج میں اس کا جواب یوں دیا ہے:

’’اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بلاشبہ اللہ بے نیاز تعریف کیا گیا ہے۔ کیا تو نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے جو کچھ زمین میں ہے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور کشتی کو بھی جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہے اور وہ مینہ کو روکتا ہے کہ سوائے اس کی اجازت کے زمین پر پڑے۔ یقینا اللہ ان لوگوں پر مہربان رحم کرنے والا ہے۔‘‘(سورۃ الحج ۶۵،۶۴:۲۲)

اناج

’’کیا تم اسے اُگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں۔ تو تم تعجب کرنے لگو (کہ) ہم پر چٹی پڑ گئی۔ بلکہ ہم محروم ہوگئے۔‘‘ (الواقعہ ۶۷،۶۴:۵۶) اس سے واضح ہے کہ کاشت کرنا انسان کے بس میں ہے لیکن کھیتی کا اگانا اور پودے کی افزائش انسان کے بس میں نہیں۔ اسی خیال کو پنجاب کے ایک مشہور صوفی شاعر بابا بلھے شاہ نے کس خوبی سے شعر میں ڈھالا ہے۔

مالی دا کم پانی لانا بھر بھر مشقاں پاوے
مالک دا کم پھل پھُل لانا لاوے یا نہ لاوے

دودھ کی کشید گی

حیوانات کی زندگی میں عقلمندوں کے لئے وجود باری تعالیٰ کی بے شمار نشانیاں ہیں۔ اگر دودھ کی پیدائش پر ہی غور کیا جائے تو انسان ششدر رہ جاتا ہے۔ گائے یا بکری سبز چارہ کھاتی ہے لیکن پھر یہ چارہ نظام ہضم کے ذریعہ پیٹ میں ایک طرف ناپاک اور غلیظ گوبر بناتا ہے جو زمین کے لئے کھاد مہیا کرتا ہے اور دوسری طرف خون پیدا کرتا ہے لیکن ان دونوں کے درمیان سے جو چیز کشید ہو کر دودھ کی شکل میں پیدا ہو رہی ہے وہ انتہائی صاف، لذیذ اور انسانی جسم کی پرورش کے لئے نہایت ضروری ہے۔ قرآن مجید میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے۔: ’’اور تمہارے لئے چارپایوں میں عبرت ہے۔ ہم تمہیں اس چیز سے جو دودھ کی شکل میں ان کے پیٹوں میں ہے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔‘‘(النحل ۱۶:۶۶)

خالق کائنات کی نشانیاں جہاں انسان کو اس کی نعمتوں کے لطف اٹھانے میں ایک سکینت اور ممنونیت کا احساس پیدا کرتی ہیں وہاں اللہ کی حاکمیت سے اس کو رہنمائی بھی حاصل ہوتی ہے۔ (فہرست۔مضامین)